Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Research Review of the Good Character of the Prophet Muhammad (peace be upon him) in the Light of his Biography

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا تحقیقی جائزہ

Tasaur Saba D/O Muhammad Yaqoob Kazmi
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
Tasaursaba@gmail.com
Associate Professor Dr. Naseem Akhtar
Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Women University, Peshawar, Pakistan
khtr_nsm@yahoo.com

Abstract

The example of the Prophet Muhammad (PBUH) was a very practical remedy of the noblest character in life. He was just, compassionate, and gentle in all the spheres of Life. And he stressed the fact that one should respect the rights of each person, parents, spouses, children, and neighbors. He was good to orphans, poor people, and even animals. The women have been given honor and protection in his teachings. He was fair and just to the Muslims and non-Muslims. He preached that human beings are equal before Allah (SWT). His actions were characterized by tolerance, meekness, and strong empathy. He was persistent even during hard situations. He even had mercy on his people and blessed them with enlightenment. His precepts paved the way for a brand new society of justice and mercy. He enhanced love, forgiveness, and respect for one another in society. The example provided by him opposed the harmful traditions and the individual ego. This is what he taught mankind that we owe our obligations not only to Allah (SWT) but to ourselves as well. This short summary identifies the ethical behavior of the Prophet (PBUH) employers who based his behavior on the notion of rights and duties. His personality is an eternal guide to this inequality and unfair world nowadays. His superior countries also taught us that we have to treat people with good character, we have to treat men as well as women, poor people, neighborhoods and Muslims, and non-Muslims. When doing so, follow his example, and we can create a better place that is kinder, equal, and morally upright.

Keywords: *Prophet Muhammad (PBUH), Non-Muslims, Fairness and justice*

اخلاق کا مفہوم:

اخلاق کا ماخذ "خُلق "ہے، جس کے معنی پائیدار عادت یا راسخ صفت کے ہیں۔ اصطلاحی اعتبار سے خُلق سے مراد وہ نیک صفات ہیں جو انسان کی فطرت کا ایسا حصہ بن جائیں کہ بغیر کسی سوچے سمجھے روزمرہ زندگی میں خود بخود ظاہر ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے تصورِ اخلاق کے مطابق، انسان کی باطنی کیفیت جو اس کی فطری صلاحیتوں اور صفات کو تربیت اور مسلسل ریاضت کے ذریعے سنوارتی ہے، "خُلق" کہلاتی ہے۔ امام غزالیؒ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ یہ نفس کی ایک پائیدار خوبی ہے جو بغیر کسی تردد کے خودکار طور پر نیک اعمال کو جنم دیتی ہے۔ جبکہ ملا جلال الدین دوانیؒ کے نزدیک، خُلق کی پہچان یہ ہے کہ انسان کے افعال میں سہج اور روانی ہو، یعنی نیکی اس کی طبیعت کا حصہ بن جائے اور بے ساختہ ظاہر ہو۔ ان تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ اخلاق محض بیرونی آداب نہیں، بلکہ نفس کی گہری تربیت سے پیدا ہونے والی وہ داخلی کیفیت ہے جو انسان کے اعمال کو قدرتی طور پر خوبصورت بنا دیتی ہے۔[1]

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ **حسنِ اخلاق** حضور نبی اکرم ﷺ کی خاص صفت ہے، جو صدیقین کے اعمال میں سب سے افضل ہے۔ درحقیقت، یہ نصف دین کے برابر ہے، متقین کی محنت اور عابدین کی عبادتوں کا حقیقی ثمرہ ہے۔

برے اخلاق زہرِ قاتل کی مانند ہیں، جو انسان کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ سے دور اور شیطان کے قریب کر دیتے ہیں۔ یہ اُس دوزخ کے دروازے ہیں، جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے":اَلْمُوقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ"وہ بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک جا پہنچے گی

یہ اللہ کی وہ آگ ہے جو دلوں کو جلا کر رکھ دے گی۔

اخلاق حسنہ جنت کے کھلے دریچے اور تقریب الٰہی کے وسائل ہیں اخلاق خبیثہ دلوں کے امراض ہیں اور روحوں کی بیماریاں ہے۔[2]

نبی کریم ﷺ کا اخلاق قرآن کا عملی نمونہ تھا۔ یعنی آپ کے اخلاق اتنے اچھے تھے کہ ہر دور میں اسکو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ قرار دیا گیا ہے آپ کا اخلاق بوڑھوں بچوں، نوجوانوں یہاں تک کہ مشرکین کے ساتھ بھی بہت اچھے تھے آپ سچائی صبر حلم اور عفو درگزر کا پیکر تھے۔

قرآن سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ[3]

"اور بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں"

آپ ﷺ کا اخلاق بوڑھوں بچوں نوجوانوں یہاں تک کہ مشرکین کے ساتھ بھی بہت اچھے تھے آپ سچائی صبر حلم اور عفو درگزر کا پیکر تھے آپ نے کبھی دل آزاری نہیں کی ہمیشہ دل جوئی کرتے دشمنوں کے ظلم اور گالی کے باوجود جو آپ کو پتھر مارتے تھے۔ ان کے لئے ہدایت کی دعا مانگتے تھے اور معاف کرتے۔ آپ ہمیشہ ہر کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے۔

وما اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[4]

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے"

یعنی ہم نے تمہیں تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے چاہے وہ انس ہو جن ہو مسلمان ہو یا کافر۔

لقد كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ:[5]

"تم لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کا نمونہ بہترین موجود ہے"

حضور پر نور ﷺ کی زندگی ہر ایک کے لئے کامل نمونہ ہے: یاد رہے کہ عبادات، معاملات، اخلاقیات، سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے میں اور نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر پہلو کے اعتبار سے تاجدارِ رسالت ﷺ کی مبارک زندگی اور سیرت میں ایک کامل نمونہ موجود ہے، لہٰذا ہر ایک کو اور بطور خاص مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اقوال میں، افعال میں، اخلاق میں اور اپنے دیگر احوال میں سید المرسلین ﷺ کی مبارک سیرت پر عمل پیرا ہوں اور اپنی زندگی کے تمام معمولات میں سید العالمین ﷺ کی پیروی کریں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب "شان حبیب الرحمن" میں اس آیت پر بہت پیارا کلام فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ کی مبارک ذات ہر درجے اور ہر مرتبے کے انسان کے لئے نمونہ ہے، جیسے آپ کے توکل کا حال یہ تھا کہ دو دو ماہ تک گھر میں آگ نہیں جلتی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا۔[6]

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ[7]

"سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو نرم دل ملا گیا ان کو اور ورا گر تو ہو تا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لیں کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو بھروسہ کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے"

یعنی یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے رحم دل ہے اور آپ سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ سے بھاگتے دشمنان رسول نے قرآن کی زبان سے خدائی اعلان سنا مگر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف کوئی بیان دیتا یا اس آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلاتا بلکہ آپ کے بڑے بڑے دشمنان بھی اسکا اعتراف کیا کہ آپ بہت ہی بلند اخلاق تھے۔ اگر آپ بد اخلاق ہوتے تو مسلمان بھی آپ سے دور ہوتے۔ یہ آپ ﷺ کی شان ہے کہ آپ سے دشمن بھی متاثر ہوتے آیت میں صاف واضح ہے کہ یہ سب اللہ کی رحمت ہے فضاً سے مراد سخت کلام ہے غلیظ الْقَلْبِ یعنی سخت دل لہذا ان سے در گزر کریں ان کے لیئے مغفرت مانگیں اور کاموں میں ان سے مشورہ کریں حضور کی یہ عادت تھی کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیئے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے تو یہ بھی آپ کے اخلاق ہی ہے کہ صحابہ سے مشورہ لیتے تھے۔[8]

و اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ:[9]

"اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کرتے ہیں"

یعنی وہ جب غصہ میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ یہ حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ کسی کی محبت یا کسی پر غصہ یہ دونوں چیزیں جب غالب آتی ہیں تو اچھے بھلے عاقل فاضل آدمی کو اندھا بہرا کر دیتی ہیں۔ وہ جائز نا جائز، حق و باطل اور اپنے کئے کے نتائج پر غور کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ جس پر غصہ آتا ہے اس کی کوشش یہ ہونے لگتی ہے کہ مقدور بھر اس پر غصہ اتارا جائے مومنین صالحین کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کے غصے کے وقت حق و ناحق کی حدود پر قائم رہیں بلکہ اپنا حق ہوتے ہوئے بھی معاف کر دیتے ہیں۔[10]

نبی کریم ﷺ کی بھی یہ عادت تھی کہ جب غصہ آتا تو خاموش ہو جاتے ہمیشہ نرمی کرتے فضول باتیں نہیں کرتی حق بات کہتے ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں دیتے بلکہ معاف فرماتے تھے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ:[11]۔

بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے۔ تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں۔

منافقین کا بار بار بد عہدی کرنا، ہر موقع پر سازشیں کرنا اور نبی اکرم کی مجالس میں آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کرنا۔ ایک سے ایک بڑھ کر بد تمیزی اور برا عمل تھا۔ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ ان کے ساتھ بردباری و درگزر کا مظاہرہ فرماتے رہے جس کی یہاں شاندار الفاظ میں تعریف کی گئی اور آپ کو خراج تحسین سے نوازا گیا ہے۔ جہاں تک مخلص مسلمانوں کا معاملہ ہے رسول کریم ﷺ ان کے ساتھ اس قدر کرم فرما اور خیر خواہ تھے کہ آپ اپنے ساتھیوں کی تکلیف کو ان سے بڑھ کر اپنی تکلیف سمجھتے اور صبح و شام اس فکر میں رہتے کہ لوگوں کو کس طرح اصلاح اور فلاح کے راستے پر گامزن کیا جائے۔ آپ ﷺ کے حلم اور بردباری کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنے ساتھیوں کی غلطیوں سے صرف نظر فرماتے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طبعاً اور فطرتاً ہمدرد اور خیر خواہ پیدا فرمایا تھا۔ مزید یہ کہ آپ نے دنیا کی مشکلات اور مصائب کو براہ راست دیکھا اور اپنے آپ پر برداشت کیا تھا ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تقریباً چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ مدینہ کے سفر کے دوران انتقال کر گئیں۔ آٹھ سال کے ہوئے تو مشفق اور مہربان دادا جناب عبد المطلب دنیا سے کوچ کر گئے۔ اس طرح چھوٹی عمر میں آپ نے وہ صدمات برداشت کیے جس کے تصور سے کلیجہ دہل جاتا ہے۔ ان حالات میں جوں جوں عمر مبارک جوانی کے قریب پہنچی تو آپ ہر وقت اس سوچ و بچار میں رہتے کہ لوگوں کی اصلاح اور فلاح کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو حالت یہ ہو گئی کہ کئی کئی دن تک غار حرا میں بیٹھ کر سوچا کرتے کہ آخر یہ بگڑی ہوئی قوم کس طرح راہ راست پر آئے گی۔ ایک دن غار حرا میں اسی سوچ و بچار میں بیٹھے تھے۔ کہ اللہ کا آخری پیغام آ پہنچا۔ جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ اللہ کے نام سے ابتدا کیجیے جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔ آپ جب یہ پیغام لے کر سوئے قوم آئے تو پھر تیئیس سال تک اسی غم اور کام میں زندگی گزار دی۔ لوگوں کی اصلاح کی خاطر بڑے بڑے مصائب اٹھائے، مشکلات کا سامنا کیا، طائف میں پتھر کھائے یہاں تک کہ حق اور سچ کی خاطر گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد منافقوں کی سازشوں اور کفار کے ساتھ بدر، احد، خندق، مکہ اور تبوک کے محاذوں پر معرکے ہوئے، عزیز و اقرباء کی قربانیاں پیش کیں، کاروبار اور ہر قسم کا نقصان اٹھایا مگر لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ سراپا ہمدرد اور خیر خواہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کے خطاب اور روف و رحیم کے القاب سے نوازا ہے۔[12]

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ:[13]

"اور اپنے بازو ایمان والوں کے لیے جھکا دے"

ہاں تجھے چاہیئے کہ نرمی خوش خلقی تواضع اور ملنساری کے ساتھ مومنوں سے پیش آتا رہے جیسے ارشاد ہے "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ من انفسكم "لوگوں تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آگئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جو تمہاری بہبودی کا دل سے خواہاں ہے جو مسلمانوں پر لے درجے کا شفیق و مہربان ہے۔[14]

احادیث سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق:

اس یتیم بچے یعنی آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے اظہار کا سلسلہ اسکے شعور سے پہلے شروع ہو گیا تھا کیونکہ نبی پیدا ہوا اگرچہ اسکو مستقبل میں اپنی نبوت کا احساس وادراک نہ تھا حضور ﷺ نے جو پہلی رات حلیمہ سعدیہ کے خیمے میں گزاری اس رات ہی میں سعدیہ حلیمہ کے جسم میں دودھ کا چشمہ ابل پڑا ننھے محمد نے بھی سیر ہو کر پیا اور اپنے رضاعی بھائی کے لئے اسکا حصہ چھوڑ دیا نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور اخلاق کریمانہ کی بنیاد ہی حقوق و فرائض کی ادائیگی پر ہے۔ اپنا فرض اداء کرنا اور دوسرے کے حق کی پاسداری یہی اخلاق ہے آپ اپنے بچپن میں بھی اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے لیے ایثار سے کام لیتے محبت کا برتاؤ معصوم شرارتوں کے علاوہ کسی ایسی بات کے مرتکب نہ ہوئے جس میں ایذا رسانی اور دوسرں کی تکلیف کا پہلوں ہو تا نبی کریم کا لڑکپن جب نو عمری کی دہلیز پر قدم رکھنے لگا تو آپ کے اخلاق کے روشن پہلوؤں سے بھی آپ کا ماحول جگمگانے لگا۔[15]

نبی اکرم ﷺ کے بچپن اور لڑکپن کی زندگی ہی میں آپ کے وہ اخلاق اور خصائص اُبھر کر سامنے آگئے تھے جن سے آپ کو اپنے معاشرے میں جداگانہ اور مختلف صفات کا حامل سمجھا جانے لگا عرب اگرچہ ایک ایسے وجود کو مانتے ہے جو خالق اکبر تھا لیکن اس کے کار تخلیق اور اختیارات ہیں۔ انھوں نے ساجھے دار اور شریک بنا لیئے تھے ان کے بت ہے ان کے معبود بن چکے تھے انہی سے اپنی حاجت روائی کی دعائیں مانگی جاتیں، انہی کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ ان ہی کے نام پر قربانیاں کی جاتیں نو عمر محمد ﷺ نے اپنی زندگی کے کسی حصے میں سی بچپن اور لڑکپن میں بھی ایسے کھیل نہیں کھیلے جن پر لغو کی اصطلاح کا اطلاق ہو سکے ہے۔[16]

آپ ﷺ نے خود فرمایا ہیں:

"انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق "

"میں تو اس لئے بھیجا گیا کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کرو"

"آپ ﷺ نے نبوت ملتے ہی یہ مقدس فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا۔ ابھی آپ مکہ معظمہ میں ہی تھے کہ ابوذرؓ کے بھائی کو انہوں نے نئے نبی ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ واپسی پر انہوں نے اپنے بھائی کو جو کچھ بتایا، اس کا خلاصہ یہ تھا":

"رایته یا مر بمکارم الاخلاق "

"میں نے اسکو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے"[17]

جبیر بن نغیر سے روایت ہے کہ میں حج پر گیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملا آپ سے میں نے نبی ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا آپ فرمانے لگیں

"كان خلقه رسول الله ﷺ القرآن "

"آپ ﷺ کے خلق قرآن ہے"

آپ کا ہر عمل قرآن پاک سے وابستہ تھا جو کام بھی کرتے تھے یا جو حکم بھی دیتے تھے سب قرآن پاک کے مطابق ہوتا تھا جیسے کہ سچ بولنا نرمی سے بات کرنا معاف کر دینا تو یہ سب چیزیں قرآن سے واضح ہے اور آپ سب لوگوں میں زیادہ سچے تھے زیادہ سختی نہیں کرتے باتوں میں نرمی سے پیش آتے تھے اور ہمیشہ معاف کرتے تھے۔[18]

حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے سامنے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے جو حکیمانہ کلمات بیان کیے، ان کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمیں ہمیشہ سچائی کو اپنا شعار بنانا چاہیے، انصاف اور دیانت داری سے کام لینا چاہیے، اور رشتوں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ انہوں نے اسلام کے انہیں اصولوں کو واضح کیا جو انسان کو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے ہمکنار کرتے ہیں۔ ان کا یہ بیان نہ صرف ایمان کی پختگی کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ انسانی تعلقات میں صداقت اور مروت کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

"اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے بتوں کی پوجا کرتے، مردار کھاتے، بے حیائی پھیلاتے، ہمسایوں کو تکلیف دیتے، بھائی بھائی پر ظلم ڈھاتے، اور طاقتور کمزوروں کو دباتے تھے۔ پھر ہمارے درمیان ایک شخص (محمد ﷺ) آیا، جس نے ہمیں سکھایا کہ پتھروں کی پرستار چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کریں، سچ بولیں، خونریزی سے باز رہیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، پڑوسیوں کو اذیت نہ دیں، اور پاکدامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔"

اسی طرح، قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان (جو اس وقت تک کافر تھے) نے جب آپ ﷺ کی اصلاحی دعوت کا مختصر نقشہ پیش کیا، تو انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ "وہ لوگوں کو اللہ کی وحدانیت اور بندگی کی دعوت دیتے ہیں، سچائی، پاکبازی، اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔"[19]

"سو عظیم آدمی" اس میں سب سے پہلا تذکرہ حضرت محمد ﷺ کا ہوا ہے اس میں لکھا ہے ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات کی فہرست میں حضرت محمد ﷺ کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض بھی ہوں۔ لیکن یہ واحد تاریخی ہستی ہے جو مذہبی اور بنیادی دونوں محاذوں پر برابر طور پر کامیاب رہی۔ حضرت محمد ﷺ نے عاجزانہ طور پر مساعی کا آغاز کیا اور دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اسے پھیلایا۔ وہ ایک انتہائی موثر سیاسی رہنما بھی ثابت ہوئے آج تیرہ سو برس گزرنے کے باوجود ان کے اثرات انسانوں پر ہنوز اور گہرے ہے۔[20]

اسکے درمیان یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کردار کہیں زیادہ بھرپور اور اہم رہا حضرت محمد ﷺ نہ صرف ایک کامیاب دنیادار تھے بلکہ اسکے بنیادی اخلاقی ضوابط بھی بیان کئے[21]

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا شریفانہ اخلاق دس ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اخلاق باپ میں موجود ہوں، اور بیٹے میں نہ ہوں، بیٹے میں موجود ہوں، اور باپ میں نہ ہوں، غلام میں ہوں، اور آقا میں نہ ہو، یا آقا میں ہو، اور غلام میں نہ ہو، وہ دس اخلاق یہ ہے۔

(1) سچ بولنا (2) دنیا سے قطعی ناامیدی (3) سائل پر بخشش کرنا (4) پڑوسی یا دوست بھوکے ہوں تو خود پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے (5) احسانات کا بدلہ دینا (6) امانت داری (7) صلہ رحمی (8) دوست کے حقوق ادا کرنا (9) مہمان نوازی (10) حیاء کرنا۔[22]

آپ ﷺ کا اخلاق اپنے اہل و عیال کے ساتھ:

حضرت حسین کہتے ہیں: پس میں نے اپنے ابا سے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تشریف لے جانے کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: اپنے گھر میں ٹھکانہ پکڑتے تو اپنے گھر میں ہونے کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے: ایک حصہ اللہ کے لئے (اس میں ذکر واذکار اور تہجد پڑھتے تھے) دوسرا حصہ اپنے گھر والوں کے لئے (ان سے باتیں فرماتے اور ان کے حقوق ادا فرماتے تھے) اور تیسرا حصہ اپنی ذات کے لئے،

پھر اپنے والے (تیسرے) حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے تھے (خیال رہے: یہ تینوں حصے زمانہ کے اعتبار سے برابر ہونے ضروری نہیں) پس آپ لوٹاتے اس کو یعنی تیسرے آدھے حصہ کو خواص کے ذریعہ عوام پر یعنی اس حصہ میں خواص ملنے آتے تھے، آپ ان کی تربیت فرماتے تھے، جو عوام تک پہنچتی تھی، اور آپ ان سے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے یعنی جو کچھ گھر میں ہوتا اس سے ان کی تواضع کرتے۔ ۲- اور آپ کے طریقہ میں سے امت کے جزء میں یعنی تیسرے آدھے حصہ میں: اہل فضل و کمال کو اجازت دینے میں ترجیح دینے کا، اور اس کو بانٹنے کا تھا ان کے دین میں فضل و کمال کی مقدار پر یعنی باکمال لوگوں کو اجازت دینے میں مقدم رکھا جاتا تھا، پس ان میں سے کوئی ایک ضرورت والا ہوتا تھا، اور کوئی دو ضرورتوں والا، اور کوئی متعدد ضرورتوں والا، پس آپ ان کے ساتھ مشغول ہوتے، اور ان کو (بھی) مشغول کرتے ان کاموں میں جو ان کے لئے اور امت کے لئے مفید ہوتیں یعنی ان کا آپ سے دریافت کرنا، اور آپ کا ان کو وہ باتیں بتلانا جو ان کے لئے مناسب ہوتیں۔ اور آپ فرماتے: چاہئے کہ تم میں سے موجود: غیر موجود کو بات پہنچائے، اور مجھے اس شخص کی حاجت پہنچاؤ جو خود اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ جو شخص سلطان (اتھارٹی) کو اس شخص کی حاجت پہنچاتا ہے جو خود اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے دونوں پیر جمائیں گے- آپ کے پاس بس یہی باتیں ہوتی تھیں، اور آپ لوگوں سے یہی باتیں سنتے تھے (فضول اور لایعنی باتیں نہ ہوتی تھیں، نہ ان کو سنتے تھے)لوگ آپ کے پاس دینی امور کے طالب بن کر آتے تھے، اور نہیں جدا ہوتے تھے وہ مگر کچھ نہ کچھ چکھ کر، اور نکلتے تھے وہ مشعل خیر بن کر۔[23]

آپ ﷺ گھر میں عام انسانوں کی طرح ہی رہتے تھے اور جیسا کہ خود کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو خود صاف فرمالیتے تھے اور بکریوں کا دودھ بھی دوہ لیا کرتے تھے اور اپنا کام خود سرانجام دیتے آگے فرماتی ہیں کہ اپنے کپڑوں میں پیوند لگالیتے تھے جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اسی طرح اور کام بھی کرلیتے تھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں کس طرح رہتے تھے تو انہوں نے فرمایا آپ گھر کے کام کاج میں لگے رہتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرمالیتے اگر پسند نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔[24]

ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک:

آپ کے ازدواجی تعلقات حسن معاشرت اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی لڑکیوں کو حضرت عائشہ کے پاس کھیلنے کے لئے بلایا کرتے تھے اور جائز امور میں آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ اور جب عائشہ پیتی تو ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگالیتے، جہاں سے انہوں نے پیا ہوتا اور جب وہ بڑی پر سے گوشت کھائیں تو آپ وہ ہڈی جس پر گوشت ہوتا ہے وہاں منہ لگالیتے، جہاں سے حضرت عائشہ نے کھایا ہوتا اور آپ ان کے زانو سے ٹیک بھی لگالیتے اور اسی حالت میں قرآن کی تلاوت بھی کرتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایام سے ہوتھیں مگر آپکے ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ ایسا بھی ہوتا کہ بہ حالت صوم تقبیل کرتے۔ یہ سب آپ کا اپنی ازوارج مطہرات سے حسن اخلاق اور لطف و کرم کا نتیجہ تھا کہ آپ ان کے ساتھ کھیل بھی لیتے انہیں حبشی لڑکوں کا کھیل بھی دکھادیتے جب وہ مسجد میں کھیل رہے ہوتے، ام المومنین آپ کے کندھوں کی اوٹ سے یہ منظر دیکھتیں۔ دو مرتبہ آپ ان سے دوڑ میں آگے بڑھ گئے۔ ایک مرتبہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ جب آپ سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے، جس کے نام کا قرعہ نکل آتا وہی ساتھ جاتیں پھر کسی کے لئے کوئی عذر نہ رہ جاتا جمہور کا یہی مسلک ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو

اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں۔ کبھی کبھی آپ نے تمام ازواج مطہرات کی موجودگی میں بھی کسی ایک کی طرف ازراہ التفات ہاتھ بڑھا دیا۔ جب آپ نماز عصر پڑھ لیتے تو تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے، ان کے پاس بیٹھتے۔ ان کے حالات معلوم کرتے۔ جب رات ہوئی تو وہاں تشریف لے آتے جہاں باری ہوتی اور شب وہیں بسر کرتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کی باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے۔ اور ایسا شاذونادر ہی ہوتا کہ آپ سب ازدواج مطہرات کے ہاں تشریف نہ لے گئے ہوں، آپ ہر ایک کے پاس بیٹھتے اور آخر کار جس کی باری ہوتی اس کے ہاں تشریف لے جاتے اور رات گزارتے۔ نو ازواج مطہرات میں سے آٹھ کی باری مقرر تھی۔[25]

حضور اکرم ﷺ کے اخلاق وخصائل میں سے وفا، حسن، عہد صلہ رحمی اور عیادت و مزاج پرسی بھی ہے۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ جب کوئی چیز ہدیہ میں لائی جاتی تو حضور اقدس صلی اللہ فرماتے اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ۔ کیونکہ وہ حضرت خدیجہ کی سہیلی ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت خدیجہ سے جتنا رشک کرتی تھی اتنا کسی عورت سے میں نے رشک نہ کیا۔ کیونکہ حضور ﷺ انہیں بہت یاد کیا کرتے تھے۔ اگر حضور ﷺ کوئی بکری بھی ذبح فرماتے تو اس میں سے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو ضرور بھجوادیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی۔ آپ نے اسے دیکھ کر بڑی خوشی وشادمانی کا اظہار فرمایا۔ اور اس کی خوب خاطر و مدارت فرمائی۔ جب وہ عورت چلی گئی تو فرمایا یہ عورت حضرت خدیجہ کے زمانہ میں یہاں آیا کرتی تھی۔ اور فرمایا حسن العهد من الایمان یعنی وضعداری کو عمدہ طریق سے پورا کرنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔[26]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایمان میں سب سے کامل مومن وہ ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو، اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہو۔[27]

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک:

زمانہ جاہلیت میں غلاموں کو بہت حقیر سمجھا جاتا تھا اسکو اپنا حق نہیں دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے غلاموں کو بہت عزت دی آپ ﷺ نے کبھی بھی غلاموں کو نہیں مارا اسکو اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرماتے اسکی عزت کرتے اسکی مدد فرماتے اور لوگوں کو بھی تلقین فرماتے کہ غلاموں کی عزت اور مدد کروں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہنے کا شرف دس سال تک حاصل رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نے پر یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقی اعتبار سے تمام انسانوں سے بہتر تھے اور میں نے کبھی کوئی ریشم اور ریشمی کپڑا اور کوئی نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو۔ اور میں نے کبھی بھی کسی قسم کا کستوری اور عطر ایسا نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔[28]

آپ ﷺ خادم سے (دل لگی کی باتوں میں) یہ بھی فرماتے تھے: کیا تم کو کسی چیز کی کوئی ضرورت ہے۔[29]

ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے، جب تم میں سے کسی ایک کے پاس اُس کا خادم کھانا لے کر آئے، تو بلاشبہ اُس نے اس کی گرمی اور مشقت برداشت کی ہے۔ اگر مالک نے اُسے کھانے کیلئے اپنے ساتھ نہیں بٹھایا تو کھانے میں سے لقمہ ہی اُسے پکڑا دے۔ اچھے مالک اپنے ملازمین اور خدمت گزاروں کے حق میں بھی اچھے ہوتے ہیں۔ محنت و مشقت اٹھانے والے خدمت گزار کے لیے جہاں معقول سہولیات کا اہتمام کرتے ہیں وہاں سیر و تفریح اور اچھا کھانے پینے میں بھی اُن کو محروم نہیں رکھتے۔ اس حدیث میں محسن انسانیت، غریبوں کے آقا و مولا نا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جب تمہارا باورچی حرارت کی شدت برداشت کرتے ہوئے تمہارے لیے کھانا تیار کرے تو اُسے بھی کھانے میں شریک کر لو یا کم از کم چند نوالے اُس کو دے دو تاکہ وہ بھی خوش ہو جائے۔ مگر افسوس! کہ بڑی مقدار میں کھانا ضائع تو ہو جاتا ہے مگر کسی مستحق اور خدمت گزار کے منہ میں لقمہ تک نہیں جاتا۔[30]

حضرت ابو ذر سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (غلام) تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ نے تمہارے زیر دست (ماتحت) بنا دیا ہے، لہٰذا جو کھانا تم کھاتے ہو اس میں سے انہیں کھلاؤ اور جو (لباس) خود پہنتے ہو اس میں سے انہیں پہناؤ۔ اور ان کو وہ کام کرنے کا حکم نہ دو جو ان پر غالب آ جائے۔ اور اگر ضرورت کے تحت انہیں ایسا حکم دو تو (اس کی انجام دہی میں خود بھی) ان کی مدد کرو۔ غلام کے انسانی حقوق کا خیال رکھنا مالک کا فرض ہے۔ غلام کے لیے مناسب غذا، مناسب لباس اور رہائش مہیا کرنا آقا کی ذمہ داری ہے، اس کے عوض وہ آقا کی خدمت کرے لے گا اور روزمرہ معاملات میں اس سے تعاون کرے۔ اگر غلام کے ذمے ایسا کام لگایا جائے جو وہ اکیلا انجام نہ دے سکتا ہو تو مالک کا فرض ہے کہ خود اس کے ساتھ مل کر کام کرے یا اسے مددگار غلام نہیں تاہم وہ حالات کی برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کے حقوق غلاموں کی وجہ سے مالک کی سختی ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا کم آرام کا موقع دینا ان کی عزت نفس مجروح کر اور تنخواہ دینے میں بلاوجہ تاخیر کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔[31]

مردوں کے ساتھ حسن سلوک:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ نے موٹے کنارے والی نجران سے آئی ہوئی ایک چادر کندھوں پر رکھی ہوئی تھی اچانک ایک دیہاتی شخص آدھمکا اس نے آپ کو چادر سے پکڑ کر خوب زور سے جھنجوڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سخت جھنجھوڑنے سے آپ کی گردن مبارک پر چادر کے موٹے کنارے سے نشان پڑ گئے پھر وہ کہنے لگا اے محمد! تمہارے پاس جو اللہ کا مال ہے مجھے اس میں سے کچھ دو آپ نے اسے ایک نظر دیکھا اور مسکرا دیئے اور حکم فرمایا کہ اسے کچھ دے دیا جائے۔[32]

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک:

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فلان شخص کی والدہ! جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔" (حسن بصری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس چلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے خبر کر دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی بلکہ نوجوان دوشیزہ بن کر جائے گی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عربا ًاترابا ً)

کہ ہم نے ان عورتوں کو اس خاص انداز پر پیدا کیا کہ وہ کنواریاں، دل پسند اور ہم عمر ہیں۔[33]

بچوں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

رَأَيْتُ النبي صلى الله عليه وسلم يَوْمُ النَّاسَ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ، وَهِيَ ابْنَةُ زَيْنَبَ بِنْتِ النَّبِي صلى الله عليه وسلم على عاتقه فإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کرواتے ہوئے دیکھا اور ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی (بھی) بیٹی تھیں، آپ کے شانہ پر تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے، تو انہیں (نیچے) اُتار کر رکھ دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے، تو انہیں دوبارہ اپنے کندھے پر رکھ دیتے۔ ہم نماز ظہر یا عصر کے لئے آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو نماز کے لئے بلا چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو العاص اور اپنی صاحبزادی کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہم کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائے نماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ (اس دوران) وہ (بچی) اپنی جگہ پر ہی ٹکی رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے (بھی) اللہ اکبر کہا۔

حَتَّى إِذَا أَرَا دَرْسُولُ الله صلى الله عليه وسلم أَنْ يَرْكَعَ أَخَذَهَا فَوَضَعَهَا ثم رَكَعَ وَسجد، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُودِهِ ثُمَّ قَامَ أَخَذَهَا فَرَدهَا فِي مَكَانَهَا فَمَا زَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ بِهَا ذلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ

یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا، تو اسے پکڑ کر (زمین پر) رکھ دیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ کیا، یہاں تک کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے، تو آپ ﷺ نے اسے پکڑ کر اس کی جگہ (یعنی اپنے شانہ مبارک) پر لوٹا دیا رسول اللہ ﷺ ہر رکعت میں اسکے ساتھ ایسے ہی کرتے رہے، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔

اللہ اکبر! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نواسی سے کس قدر پیار تھا! انہیں شانہ مبارک پر اٹھائے ہوئے نماز کے لیے تشریف لاتے ہیں، انھیں اٹھائے ہوئے ہی نماز کی ابتدا کرتے ہیں، حالت قیام میں بھی اٹھائے رکھتے ہیں، رکوع اور سجدے کے لیے انہیں زمین پر رکھتے ہیں، لیکن رکوع وسجدہ سے فارغ ہوتے ہی پھر اپنے مبارک کندھے پر بٹھا لیتے ہیں، پوری نماز اسی کیفیت سے ادا کرتے ہیں۔[34]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نومولود بچہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی تحنیک کر دیں اس بچہ نے آپ کے اوپر پیشاب کر دیا آپ نے اس پر پانی بہا دیا۔[35]

پاگلوں کے ساتھ حسن سلوک:

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا ایک مرتبہ کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا یا اے فلاں شخص کی ماں! تو مجھے جدھر لے جانا چاہتی ہے لے چل! میں تیرے ساتھ چلو گا وہ ﷺ کو ایک طرف لے گئی وہ آپ سے سرگوشی میں بات کرتی رہی جب بات کر چکی تب آپ واپس تشریف لائے[36]

ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک:

سیدنا عبداللہ بن عمرو کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور پھر پوچھا: کیا تم نے میرے یہودی ہمسائے کی طرف بھی کچھ بھیجا ہے؟ بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ یہ فرماتے تھے "جبرائیل امین مجھے ہمسائے کے متعلق وصیت کرتے رہے حتی کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ اسے وارث ہی بنادیں گے۔

ہمسایہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا شرعی فریضہ ہے علماء کا بیان ہے اور مسلمان ہمسائے کے دو حق ہیں۔ ایک کہ غیر مسلم ہمسائے کا صرف ایک حق ہے۔ یعنی حق ہمسائیگی دوسرا حق اسلام جب کہ مسلمان رشتہ دار ہمسائے کے تین حق ہوتے ہیں۔ حق ہمسائیگی حق اور اسلام [37]

غریبوں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اس قدر فیاض اور سخی تھی کہ کوئی بھی سائل جب بھی آپ سے کچھ مانگتا، آپ نے کبھی بھی صرف "نہیں" کا لفظ استعمال کر کے اسے مایوس نہیں کیا۔ آپ کی عطاو کرم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ اگر آپ کے پاس مانگی ہوئی چیز موجود ہوتی تو فوراً عطا فرمادیتے، اور اگر کسی وجہ سے دینا ممکن نہ ہوتا تو بھی نرم گفتاری اور حسنِ سلوک سے بات کرتے، یا پھر کوئی بہتر راستہ بتا کر سائل کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ کا یہ اسوہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ سخاوت صرف مال دینے کا نام نہیں، بلکہ خوش اخلاقی اور دوسروں کے دکھ کو سمجھنے کا نام بھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ السلام سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا تھا کہ یہ عنایت فرمادی جائے، تو آپ کبھی "لا" کہہ کر انکار نہیں فرماتے تھے، جس سے سوال کرنے والے کی دل شکنی ہوتی اگر وہ چیز موجود ہوتی تو عطا فرمادیتے، ورنہ عذر فرمادیتے اور دعا فرمادیتے الغرض سوال کرنے والے کو آپ کبھی "لا" کہہ کر انکار اور نفی میں جواب نہیں دیتے تھے۔ ظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ انتہائی غیر معمولی بات ہے، کسی شخص کے کسی مطالبہ یا سوال کے جواب میں کبھی بھی "نہ" نہ کہنا آخری درجہ کی کریم النفسی، شرافت طبع اور عالی ظرفی کی دلیل ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ وہبی طور پر یہ صفات نصیب فرمادے، اسی طرح وہ اللہ کے بندے جو ان صفات سے آراستہ اللہ والوں کے ساتھ رہ کر اپنے اندر یہ اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ بھی بہت قابل رشک ہیں۔ [38]

حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی بکریوں کا گلہ مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل وہ سارا گلہ اسے عطا فرمادیا۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس پہنچا تو کہنے لگا: "اپنے آپ کو اسلام کے حوالے کر دو، کیونکہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فیاض ہیں کہ غربت کے خوف سے کبھی عطا کرنا نہیں چھوڑتے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "کبھی کوئی شخص محض دنیاوی فائدے کے لیے بھی اسلام قبول کرلیتا تھا، لیکن جب وہ اسلام میں داخل ہوتا تو دین اسے دنیا اور دنیا کی تمام متاع سے زیادہ عزیز ہو جاتا تھا۔" یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ سخاوت اور اسلام کی حقانیت کی واضح دلیل ہے، جو ابتدائی طور پر دنیاوی ترغیب سے داخل ہونے والے کو بھی آخر کار حقیقی ایمان کی دولت سے نواز دیتا ہے۔ [39]

کافروں کے ساتھ حسن سلوک:

عمرو بن العاص کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے چہرے اور اپنی بات کے ساتھ بدترین قوم کی طرف بھی متوجہ ہوتے تھے یہی اخلاق عالیہ ہیں) آپ ان کو اس برتاؤ سے جوڑتے تھے۔ اور آپ ﷺ اپنے چہرے اور اپنی بات سے میری طرف بھی متوجہ ہوتے تھے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ میں سب لوگوں سے بہتر ہوں چنانچہ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! میں بہتر ہوں یا ابو بکر؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ابو بکر پھر میں نے پوچھا یارسول اللہ میں بہتر ہو یا عمر؟ آپ ﷺ نے فرمایا عمر، پھر میں نے پوچھا یارسول للہ میں بہتر ہوں یا عثمان آپ نے فرمایا عثمان جب میں نے رسول اللہ سے پوچھا تو آپ نے ٹھیک ٹھیک بتلادیا پس میری آرزو تھی کہ میں نے آپ سے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔[40]

طائف والوں کے ساتھ حسن سلوک:

جیسے کہ طائف والوں نے آپ ﷺ کو بہت ستایا، لوہے کے جلتے ٹکڑے پھینکے، تیروں کی بارش کی جن سے بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے اسکے باوجود آپ ﷺ نے اعلان فرمایا جو لوگ قلعے سے اتر کر ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے اس اعلان پر تیئس لوگ آکر مسلمانوں میں شامل ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

(آئبون ، تائبون ، عابدون ، لربنا حامدون)

"ہم پلٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت گزار ہے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں"

کہا گیا اے اللہ کے رسول! آپ ثقیف پر بددعا کرے، آپ نے فرمایا: اے اللہ ثقیف والوں کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔[41]
یہ تھا نبی کریم ﷺ کے اخلاق جو ہمیں سکھاتی ہے کہ تکلیف میں بھی کسی کو بددعا نہیں دینی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا جو اُحد کے دن سے زیادہ شدید ہو؟ آپ نے فرمایا: "مجھے تمہاری قوم سے بہت تکلیف پہنچی، جب میں خود کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے لے گیا (یعنی اس کو دعوت اسلام دی) لیکن جو میں چاہتا تھا اس نے میری بات نہ مانی، میں غمزدہ ہو کر چل پڑا اور قرن ثعالب پر پہنچ کر ہی میری حالت بہتر ہوئی، میں نے سر اٹھایا تو مجھے ایک بادل نظر آیا، اس نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا، میں نے دیکھا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا: اللہ عزوجل نے جو کچھ آپ نے اپنی قوم سے کہا وہ اور انہوں نے جو آپ کو جواب دیا وہ سب سن لیا، اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ ان کفار کے متعلق اس کو جو چاہیں حکم دیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا، پھر کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو دیا گیا جواب سن لیا، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں سنگلاخ پہاڑوں کو اٹھا کر) ان کے اوپر رکھ دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: بلکہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔[42]

یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک:

چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت گزاری کرتا تھا، اتفاق سے وہ بیمار پڑ گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے اس سے اسلام قبول کرنے کے لیے فرمایا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں اس کے پاس تھا۔ اس نے کہا کہ "تو ابو القاسم ﷺ کا کہنا مان لے پس وہ مسلمان ہو گیا۔ اس سے آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اور وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ آگ سے بچ گیا۔ ظاہر ہے کہ اس لڑکے کے حالت نزاع میں اسلام لانے سے آپ کا کسی قسم کا ذاتی اور ظاہری فائدہ نہ تھا یہ آپ کی شفقت اور دلسوزی کی وجہ سے تھی۔[43]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زہر آلود بکری کا گوشت پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا، لیکن فوراً ہی ارشاد فرمایا کہ "اس میں زہر ملا ہوا ہے"۔ جب اس عورت کو حاضر کیا گیا اور اس نے زہر ملانے کا اعتراف کر لیا، تو صحابہ کرام نے عرض کیا: "کیوں نہ اسے سزا دے دی جائے؟" لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ "میں نے اس زہر کے اثرات کو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تالو مبارک میں محسوس کیا"۔

یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو و درگزر کی عظیم مثال ہے، جہاں قاتلانہ حملے کے باوجود آپ نے انتقام لینے سے گریز فرمایا

اثر سے مراد اس زہر کا رنگ ہے یا اور کوئی تغیر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تالوئے مبارک میں ہوا ہو گا۔ کہتے ہیں بشر بن براء ایک صحابی نے بھی ذرا سا گوشت اس میں سے کھا لیا تھا وہ مر گئے۔ جب تک وہ مرے نہ تھے آپ ﷺ نے صحابہ کو اس عورت کے قتل سے منع فرمایا۔ چونکہ آپ اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بھی آپ کی نبوت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ جب بشر رضی اللہ عنہ مر گئے تو ان کے قصاص میں وہ عورت بھی ماری گئی۔[44]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! بے شک دوس (قبیلے) نے نافرمانی اور انکار کیا ہے پس آپ ان کے لئے بد عا فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی طرف رخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ لوگوں نے کہا: (دوس والے) ہلاک ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انھیں (میرے پاس) لے آ۔

غزوہ ذات الرقاع میں حسن سلوک:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر جب قبیلہ خصفہ کے محارب جنگجوؤں نے دیکھا کہ مسلمان اپنی حفاظت سے غافل ہیں، تو ایک شخص تلوار تان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کھڑا ہوا اور چیلنج کرتے ہوئے کہا" :آج آپ کو میرے مقابلے سے کون بچائے گا؟ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر اعتماد لہجے میں فرمایا" :اللہ "! یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی تلوار اٹھائی اور فرمایا" :اب بتاؤ، تجھے کون مجھ سے بچائے گا؟ "وہ گھبرایا ہوا بولا" :آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی، مگر اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کرتے ہوئے کہا" : میں صرف یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے لڑائی نہیں کروں گا، نہ آپ کے خلاف کسی کا ساتھ دوں گا۔ "آپ نے درگزر فرماتے ہوئے اسے رہا کر دیا۔ وہ اپنی قوم میں لوٹا تو کہنے لگا" : میں تمہارے پاس دنیا کے بہترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں"!۔[45]

اہل مکہ کے ساتھ حسن سلوک:

آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں آنکھیں کھولیں اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا اور تکلیف دینا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو اتنا ستایا کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، حاصل یہ کہ قریش مکہ آپ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن تھے اس لیے فتح مکہ کے وقت سب کو یقین تھا کہ ان کی ایک ایک ناشائستہ حرکتوں کا بدلہ لیا جائے گا اور ان کی سابقہ جفائیں تباہی و بربادی کا سب بن جائیں گی، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ داخل ہوئے تو کسی کو کچھ نہیں کہا، سب کو معاف کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے قاتل کو بھی معاف کر دیا اور ہندہ کو بھی معاف کیا جس نے آپ کے محترم چچا کے ناک، کان کاٹ کر چبایا تھا۔ اور ان کی لاش کے ساتھ گستائیاں کی تھیں، آپ نے اس عمیر بن وہب کو بھی معاف کر دیا جس نے اپنی تلوار زہر میں بجھا کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ناپاک ارادہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم لوگ کیا کہتے تھے کہ میں تم سے کیا برتاؤ کر دوں گا؟ انھوں نے کہا: اچھا: کیوں کہ آپ مہربان بھائی اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں، جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا" آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تم کو معاف کرے اور بے شک وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے"۔[46]

ایک مرتبہ صحن کعبہ میں قریش نے آپ ﷺ کو گھیر لیا اور آپ کی شان میں گستاخی سے پیش آنا چاہا سیدنا حارث بن ابی ہالہ کو خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے آئے اور آپ کو اشرار کے ہجوم اور شرارت سے بچانا چاہا کفار نے سیدنا حارث کو وہیں شہید کر دیا مگر آپ پر دست درازی کی جرات ان کو نہ ہو سکی۔

آپ ﷺ کے راستہ میں جہاں سے آپ رات کے وقت گذرنے والے ہوتے کانٹے بچھا دیئے جاتے کہ آپ کو اذیت پہنچے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، قریش بھی وہاں بیٹھے تھے، ابو جہل نے کہا فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا ہے، اس کی اوجھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی اس کو اٹھا کر لائے اور محمد کے اوپر ڈال دے یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اوجھڑی اٹھا لایا جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو آپ ﷺ کی پشت پر رکھ دی، نبی ﷺ کو توجہ الی اللہ میں خبر بھی نہ ہوئی مگر کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود بھی وہاں موجود تھے، مگر کفار کا ہجوم دیکھ کر ان کو کچھ جراتنہ ہوئی، اتفاقاً سیدہ فاطمہ الزہرا جو بچی تھیں آگئیں اور انہوں نے آگے بڑھ کر باپ کی پشت پر سے اس اوجھڑی کو پرے سرکایا اور کفار کو بھی برا بھلا کہا

رسول اللہ ﷺ کے مکان پر پتھر پھینکے جاتے تھے، گندگی وغیرہ بھی آپ کے گھر پر پھینک دیتے تھے، ایک مرتبہ اچھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنو عبد مناف یہ اچھا ہمسائیگی حق ادا کر رہے ہو؟ کبھی آپکا نام شاعر رکھا جاتا تھا، کبھی آپ کو ساحر کہہ کر پکارا جاتا تھا، کبھی آپ کو کاہن کہتے اور کبھی مجنوں کا خطاب دیتے۔ غرض کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت کو تکلیف پہنچانے اور آپ ﷺ کے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ادھر رسول اللہ ﷺ بھی پورے عزم و استقلال اور ہمت و جرئات کیساتھ اپنے کام میں مصروف تھے۔[47]

اخلاق کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی دعا:

"اے میرے اللہ! بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما! تیرے سوا ان کی طرف کوئی رہنمائی نہیں کرتے مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے بچا۔ تیرے سوا ان سے کوئی نہیں بچا سکتا"۔

:اے میرے اللہ! برے اخلاق و عمل بری خواہشات اور بری بیماریوں سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

اے میرے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا فرما اور ہمارے حالات درست فرما۔" "

"اے میرے اللہ! میں بشر ہوں، میں نے جس مسلمان کو برا بھلا کہا ہو یا اس پر لعنت کی ہو تو اس کے لئے پاکیزگی اور اجر کا باعث بنادے۔"

"اے میرے اللہ! میری امت کو جو شخص کسی امر کا ذمہ دار (حاکم) ہو پھر وہ لوگوں پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر اور میری امت کا جو حاکم امت (رعایا) پر نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔" "

"اے میرے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ مانتا ہوں جو فائدہ نہ پہنچائے۔"

(الھم حسنت خلقی فحسن خلقی)

"اے میرے اللہ! جس طرح تو نے میری خوبصورت پیدائش کی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔"[48]

حسن اخلاق کے فوائد:

اخلاق کے بہت سارے فائدے ہے چند فائدے یہ ہیں:

1: مومن اپنے حسنِ خلق کے ساتھ (ہمیشہ) روزے رکھنے والے اور قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

2: قیامت کے دن میرے نزدیک تم سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب مجلس میں وہ ہو گا جو اخلاق میں تم سب سے زیادہ اچھا ہو گا۔ اور تم سب سے زیادہ قابل نفرت اور میری مجلس سے دور وہ ہوں گے جو بہت زیادہ باتونی، جبڑے پھاڑ کر بات کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے "۔

3: کیا میں تمہیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو آگ پر حرام کیا گیا ہے؟ یا اس شخص کی جس پر آگ حرام ہے؟ وہ رشتے دار کے ساتھ آسانی اور نرمی کرنے والا شخص ہے۔

4: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو سب سے زیادہ اخلاق میں بہتر ہے۔[49]

حوالہ جات

[1] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، حسن اخلاق مطبع منہاج القرآن پرنٹر لاہور اشاعت 7200ص 13

[2] حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی احیاء علوم الدین دار الاشاعت اردو بازار کراچی ص 88

[3] القرآن الکریم سورۃ القلم آیت 4

[4] القرآن الکریم سورۃ الانبیاء آیت 112

[5] القرآن الکریم سورۃ الاحزاب آیت 21

[6] حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادري، صراط الجنان فے تفسیر القرآن ج:7 ناشر باب المدینہ کراچی 2013 ص 588

[7] القرآن الکریم سورۃ آل عمران 159

[8] محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی، انوار البیان، ط سلامت اقبال پریس ملتان، اشاعت شوال المکرم 1434ھ ج 9 ص 261

[9] القرآنالکریم سورۃ الشوری آیت 38

[10] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، معارف القرآن، ج7:، ناشر مکتبہ معارف القرآن کراچی اشاعت اپریل 2008 ص 705

[11] القرآن الکریم سورۃ التوبہ آیت 128

[12] میاں محمد جمیل، تفسیر فہم القرآن، اشاعت 2005ء 1426ھ کل صفحات 6348

[13] القرآن الکریم سورۃ الحجر آیت 88

[14] امام المفسرین حافظ عمادالدین، تفسیر ابن کثیر، ج، 3 ناشر محمد سرور عاصم مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز، اشاعت اپریل 2009، ص 125

[15] ڈاکٹر سید ابو الخفیر کشفی، اخلاق محمد ﷺ قرآن کریم کے آئینے میں، ط اپریل 2010ء علمی گرافکس ضخامت، اشاعت 1990 ص 23

[16] ڈاکٹر سید ابو الخفیر کشفی، اخلاق محمد ﷺ قرآن کریم کے آئینے میں، ط اپریل 2010ء علمی گرافکس ضخامت، اشاعت 1990 ص 28

[17] دو مصنفین، 2ج، امام شبلی نعمانی 4ج، سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، باب اسلام اور اخلاق حسنہ ج:6 اشاعت 1938 ص 13

[18] امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، مترجم علامہ قاری محمد طیب نقشبندی، دلائل النبوۃ، اشاعت جون 2001 ص 161

[19] دو مصنفین، 2ج، امام شبلی نعمانی 4ج، سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، باب اسلام اور اخلاق حسنہ ج: اشاعت 1938 ص 14

[20] مائکل ایچ۔ہارٹ سو عظیم شخصیات تاریخ کی سو انتہائی متاثر کن شخصیات: اشاعت نیویارک ہارٹ پب کمپنی 1978 ص 3

[21] مائکل ایچ۔ہارٹ سو عظیم شخصیات تاریخ کی سو انتہائی متاثر کن شخصیات: اشاعت نیویارک ہارٹ پب کمپنی 1978 ص 9

[22] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، حسن اخلاق، مطبع منہاج القرآن پرنٹر لاہور ر اشاعت 7200 ص 23

[23] تحفۃ الالمعی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، ج ہشتم باب کتاب شمائل النبی ﷺ ص 623

[24] حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی، اخلاص اور اخلاق، اشاعت 2020 ص 117

[25] علامہ حافظ ابن قیم، زاد المعاد، نفیس اکیڈمی کراچی 1990ء ص 164

[26] حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، مدراج النبوۃ، جولائی 2004ء شبیر برادرز لاہور، ص 80

[27] ابو عیسی محمد بن ترمذی، جامع الترمذی، ابواب الرضاع عن رسول اللہ ﷺ، طبع 1999 حدیث نمبر 1162

[28] شمائل الترمذی، ابو عیسی محمد بن ترمذی، باب رسول اللہ ﷺ کے اخلاق، حدیث نمبر 341

[29] شیخ علی متقی ابن حسام الدین الہندی، کنز العمال، آپ ﷺ کے اخلاق و عادات کا بیان حدیث نمبر 18385

[30] محمد ناصر الدین البانی، اسلسلہ احدیث صیحہ، باب الحسن الخادم، اشاعت مکتبہ قدوسیہ 2009 ص 49

[31] ابی عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار لکتوب العالمیہ 2008 حدیث 3690

[32] امام حافظ ابو نعیم اصفہانی، دلائل نبوۃ، ص 162

[33] شمائل الترمذی ابو عیسی محمد بن ترمذی حدیث نمبر 236

[34] ڈاکٹر فضل الھی، نبی کریم ﷺ بحثیت والد، اشاعت 2010 قدوسیہ اسلامک پریس، ص 30 / 31

[35] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری شریف، کتاب العقیقہ، حدیث نمبر 5468

[36] امام حافظ ابو نعیم اصفہانی، دلائل نبوۃ، ص 162

[37] سلیمان بن الاشعث شجستانی، ابی داؤد شریف، کتاب النوم، حدیث نمبر 5152

[38] مولانا محمد منظور نعمانی، معارف الحدیث، اشاعت 2007 کراچی، حدیث نمبر 1985

[39] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 6021

[40] تحفۃ الامعی، حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری ج ہشتم شمائل النبی ﷺ حدیث 340

[41] صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم اشاعت 1976، ص 1198

[42] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر طبع 1998 حدیث نمبر 4653

[43] محمد طفیل، نقوش رسول ﷺ نمبر، ج، 4 پبلش 2020 ص، 170

[44] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب القبول الہدیہ من المشرکین حدیث نمبر 2617

[45] امام حسین بن مسعود البغوی، نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار، 2016 حدیبیہ پبلیکشنز لاہور، ص 159

[46] محمد طفیل، نقوش رسول ﷺ ج، 4 ص 182

[47] مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، اشاعت 2004 مکتبہ خلیل

[48] محمد بن جمیل، شمائل نبویہ، دار التقوی، ص 42

[49] محمد بن جمیل، شمائل نبویہ، دار التقوی، ص 40